برصغیر کی صالحات امت کی دینی و علمی خدمات

Religious and academic services of the Salihat Ummah of the subcontinent

1- **Faria Shahid**

MPhil Scholar, Islamic Studies, IHA, KFUEIT, RYK

Email: fariashahid28@gmail.com

2. **Dr. Majid Rashid**

Assistant Professor, Islamic Studies, IHA, KFUEIT, RYK

Email: majid.rashid444@gmail.com

3. **Dr. Mazhar Hussain**

Lecturer, Islamic Studies, IHA, KFUEIT, RYK

Email: mazharhussainbhadroo@gmail.com

To cite this article:

1. Faria Shahid 2. Dr.Majid 3. Dr.Mazhar Hussain, Jan – June (2024) Urdu

برصغیر کی صالحات امت کی دینی و علمی خدمات

Al-Bahis Journal of Islamic Sciences Research, *1*(2),210-226 Retrieved from https://brjisr.com/index.php/brjisr/article/view/14

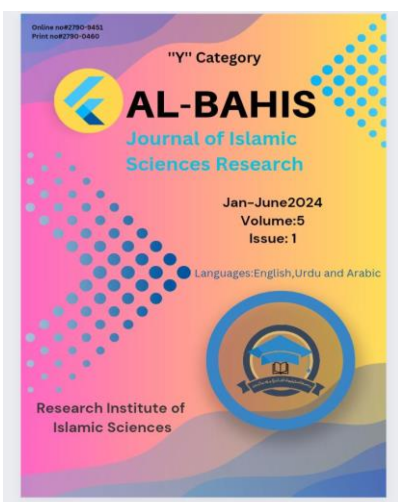

Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)

OPEN ACCESS

برصغیر کی صالحات امت کی دینی وعلمی خدمات

Religious and academic services of the Salihat Ummah of the subcontinent

Abstract

Not mentioning the role played by the righteous people of the sub-continent in the spread and elevation of Islam is equivalent to erasing a bright chapter of the history of the sub-continent. Just as the achievements of the righteous Ummah left people in awe, following in their footsteps, the women of today can also raise the flags of victory. Well-mannered, educated, and skilled women are valuable assets of Islam. But it should also be remembered that the work of spreading and promoting Islam cannot be done without the righteous Ummah. In short, no nation can achieve real progress until it practically implements the principles and limits established by religion.

The revolution brought about by the righteous Ummah of the sub-continent by giving countless services and eternal sacrifices for Islam is a role model for the women of today. Among them, a prominent name is that of Jahandad Al-Nisa Begum, an eminent writer and speaker of the 14th century. Who has gone down in history as a woman rich in knowledge and literature, understanding and wisdom? You presided over the historic sermon at the 10th session of the Deccan Women's Conference, it cannot be forgotten. Similarly, a name in the pages of history is that of India's influential Mughal Queen Noor Jahan. Who played a historical role in the ruling of the Mughal Empire in the 17th century. Similarly, Razia Sultana, the influential woman of the subcontinent, ruled the Mughal Empire and proved that a woman could take control of the empire if she wanted to do something.

Similarly, other women in the history of the sub-continent did not let a large part of Islamic studies go to waste. Rather, he brought the translation and interpretation of the Qur'an to the people through his scholarly efforts. In the same way, do not lag in publishing and promoting religious jurisprudence along with playing your role in the publication and promotion of Hadith knowledge. The Imams of the Ummah also played an effective role in preaching and preaching the religion while walking alongside men.

Key Words: Women Islam, Tafsir, Services, Subcontinent

تمہید

اسلام کی اشاعت و سربلندی میں جو کردار برصغیر کی صالحات امت نے ادا کیا ان کا ذکر خیر نہ کرنا تاریخ برصغیر کا ایک روشن باب صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے برابر ہے۔ صالحات امت کے کارناموں نے جس طرح لوگوں کو ورطہ حیرت میں مبتلاء کیا، ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عصر حاضر کی خواتین بھی فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑھ سکتی ہیں۔ سلیقہ شعار، تعلیم یافتہ اور ہنرمند خواتین اسلام کا قیمتی سرمایہ ہے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اسلام کی اشاعت و سربلندی کا کام صالحات امت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ مختصراً کسی بھی قوم کو حقیقی ترقی اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک وہ دین کے قائم کردہ اصولوں اور حدود و قیود کے نفاذ کا عملی مظاہرہ نہ کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۔

ترجمہ: ''اور تم میں سے ایسے لوگوں کی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور برائی سے روکیں۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''[1]

قرآن کی درج بالا آیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بھلائی کے کاموں میں عورت اور مرد یکساں ہیں۔ جس طرح توحید کا کلمہ بلند کرنے کے لئے مرد بطور مبلغ فرائض سرانجام دیتا ہے۔ اسی طرح اپنی حدود و قیود میں رہتے ہوئے عورت بھی مبلغہ کے فرائض سرانجام دینے کی ذمہ دار ہے۔ ایک مسلمان مرد و عورت پر یہ فرض ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور برائی سے روکتے رہیں۔

برصغیر کی صالحات امت نے جس جوش و جذبے سے اسلام کے لئے بیش بہا خدمات اور لازوال قربانیاں دے کر جو انقلاب برپا کیا وہ عصر حاضر کی خواتین کے لئے رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان میں ایک نامور نام چودہویں صدی کی مایہ ناز ادیبہ و خطیبہ جہاندادالنساء بیگم کا ہے۔ جو تاریخ میں علم و ادب، فہم و فراست اور عقل و دانش کی دولت سے مالا مال خاتون گزری ہیں۔ آپ نے خواتین دکن کی کانفرنس کے اجلاس سیز دہم میں تاریخی خطبہ صدارت دیا اسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح تاریخ کے پنوں میں ایک نام ہندوستان کی بااثر خاتون مغل ملکہ نور جہاں کا ہے۔ جس نے ۱۷ صدی میں مغل سلطنت کی فرماں روائی میں تاریخی کردار ادا کیا۔ اسی طرح برصغیر کی بااثر خاتون رضیہ سلطانہ نے مغل سلطنت پر حکمرانی کر یہ ثابت کر دکھایا کہ عورت کچھ کرنے پر آئے تو سلطنت کا کنٹرول بھی سنبھال سکتی ہے۔

اسی طرح تاریخ برصغیر کی دیگر خواتین نے اسلامی علوم کا ایک بڑا حصہ ضائع نہ ہونے دیا۔ بلکہ قرآن کے ترجمہ و تفسیر کا اپنی علمی کاوشوں سے لوگوں تک پہنچایا۔ اسی طرح علم حدیث کی اشاعت و ترویج میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کے ساتھ دینی فقہ کی اشاعت و ترویج میں بھی پیچھے نہ رہیں۔ امت کی انہیں صالحات نے مردوں کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے دین کی دعوت و تبلیغ میں بھی ایک مؤثر کردار ادا کیا۔

تاریخ برصغیر میں حبہ خاتون، مادر ملت فاطمہ جناح، بیگم نور محل، محمود النساء بیگم جیسی اَن گنت صالحات امت کے نام ملتے ہیں جنہوں نے انسانیت کی فلاح کے ساتھ ساتھ اسلام کی اشاعت و سربلندی میں اپنے علمی و اخلاقی اور فلاحی اور اصلاحی کردار سے رہتی دنیا تک کی خواتین کے لئے زندہ مثالیں قائم کیں۔

کلیدی الفاظ: خواتین اسلام، تفسیر، خدمات، برصغیر

---

[1] القرآن 3: 104

Al-Quran 3 : 104

تفسیر وعلوم قرآنی

انسانیت کی ہدایت کے لئے جو کتاب آخری اور ابدی کتاب بن کر اتاری گئی وہ قرآن پاک ہی تھی۔اس کتاب کے بعد ہی ہر قسم کا اسلامی علم وجود میں آیا۔اور پھر ان اسلامی علوم کی اشاعت وتدوین میں مردوں کی طرح عورتوں نے بھی بڑھ چڑھ کر اپنی خدمات پیش کیں۔

کیونکہ دین اسلام اس خوبی کا حامل ہے کہ اس نے مردوں وعورت دونوں کے لئے علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔اس فرضیت کا عملی نمونہ ہمیں اسلام کے دیکھنے کو ملتا ہے۔ بات اگر محض انفرادی سورتوں یا آیات کی تفسیر وتدریس کے حوالے سے بھی ہو تو یہ ابتدائی دور سے ہی امہات المومنین کی صورت میں سلسلہ تاریخ امہات المومنین ہی کے زمانے سے شروع ہوتا ہے۔امہات المومنین کے بعد دیگر صحابیات،تابعات اور عرب وعجم کی دیگر صالحات امت کے بعد برصغیر کی کئی صالحات امت نے بھی اس سلسلے میں اپنی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔کچھ نے قرآن پاک کی چند سورتوں کی تفاسیر لکھیں،تو کچھ نے بچوں کی ذہنیت کو اجاگر کرنے کے لئے ان کی ذہنی رسائی کو مدنظر رکھتے ہوئے عام فہم اور دلچسپ انداز میں کام کیا۔

[2]ترجمہ وتفسیر قرآنی کے سلسلے میں قابل ذکر نام محترمہ محمود النساء بیگم کا ہے جنہوں نے دو جلدوں پر مشتمل قرآن کا آسان ترجمہ وتفسیر تحریر کیا۔

پھر ریاست بھوپال کی نواب سکندر بیگم نے بھی اس سلسلے میں شیخ احمد داغستانی سے ترک زبان میں قرآن کا ترجمہ کروایا۔اسی طرح رانی گل بدن بیگم نے سورت یوسف کی تفسیر عربی متن اور ترجمہ کے ساتھ اردو زبان میں لکھی۔یہ تفسیر شروع میں اورینٹل کالج میگزین،پنجاب یونیورسٹی لاہور سے شائع ہوئی اور پھر 1933 ءمیں اس تفسیر کو باقاعدہ کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔

نیز ''تجلیات قرآن کے چند عجائبات'' کے نام سے امتہ الکریم بیگم اسحاق نے قرآن مجید کی محکم اور متشابہ دونوں طرح کی آیات کو جمع کر کے مختصر اتفسیر پیش کی۔بعض سائنسی حقائق کو بھی انہوں نے قرآن کی روسے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ 1970 ءمیں یہ کتاب فضلی اینڈ سنز نے شائع کی جو اعظم گڑھ کی یونیورسٹی میں موجود ہے۔

برصغیر کی جن صالحات امت نے تفسیر وعلوم قرآنی میں اپنی خدمات سرانجام دیں ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں موجود ہے۔

محترمہ زیب النساء

علمی گھرانے ہی میں پرورش پائی اور تعلیم وتربیت بھی اعلیٰ [3]محترمہ زیب النساء 1639 ءمیں مشہور مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کے گھر میں پیدا ہوئی۔ اساتذہ سے حاصل کیں۔انہیں علوم وفنون سے گہرا لگاؤ تھا۔قرآن کی حافظہ تھیں اور مختلف زبانوں کے ساتھ خطاطی بھی آتی تھی۔آپ کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ''شہزادی زیب النساء قرآن کی حافظہ ہونے کے ساتھ فارسی وعربی پر بھی عبور رکھتی تھیں۔شعر وشاعری کا بھی ذوق تھا،اور خطاطی میں خط نستعلیق اور خط شکستہ کی ماہر تھیں۔زیب النساء نے قرآن پاک مریم زمانی کی زیر نگرانی حفظ کیا۔ان کے علاوہ ملا جیون امیٹھوی سے کتب درسیہ بھی پڑھیں۔ شیخ محمد سعید مازندانی سے شعر وانشاء کی تعلیم حاصل کی۔اور خطاطی کا فن سیکھنے کے لئے وقت کے نامور خطاط عبدالرشید دیلمی سے استفادہ حاصل کیا۔زیب و النساء کے اساتذہ میں شیخ محمد سعید مازندانی ایسے استاد تھے جو بیک وقت علم حدیث،فقہ،اصول فقہ کے ساتھ شعر وشاعری اور فن خطاطی میں بھی کمال رکھتے [4]تھے۔زیب النساء علم دوست خاتون تھیں،تعلیم کے فروغ اور اہل علم کی سرپرستی وحوصلہ افزائی کیا کرتی تھیں۔

---

[2]علاؤالدین خان،عہد اورنگزیب میں علماء کی خدمات،اعظم گڑھ،دار المصنفین شبلی اکیڈمی،ص34

Dr. Alauddin Khan, Services of Scholars in the Era of Aurangzeb, Azamgarh, Darul Munsafin Shibli Academy, Pg 34

[3]علوم اسلامیہ کی تدوین میں برصغیر کی خواتین کا کردار،القمر،جلد چہارم،شمارہ 1،جنوری-مارچ 2021،ص287

The Role of Subcontinent Women in Editing Islamic Sciences, Qamar, Volume IV, Issue 1, Jan-Mar 2021, Pg 287

[4]شبلی نعمانی،مقالات شبلی،اعظم گڑھ،دار المصنفین شبلی اکیڈمی، 2007۔ص11

محترمہ زیب النساء نے مختلف علوم و فنون کی بہت سی قیمتی کتابوں پر مشتمل ایک کتب خانہ بھی بنا رکھا تھا۔تاریخ کے مورخین نے زیب النساء کی علم تفسیر کے ساتھ ان کی دلچسپی کو ظاہر کرتے ہوئے ''زیب التفاسیر'' کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ مگر بعض تحقیقات بتاتی ہیں کہ یہ تفسیر ان کی اپنی تحریر کردہ نہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ تفسیر دراصل امام رازی کی تفسیر کبیر ہی کا فارسی ترجمہ ہے۔ڈاکٹر[5] تھی، بلکہ انہوں نے صفی الدین قزوینی سے لکھوائی تھی۔

علاؤالدین صفی الدین قزوینی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''اس کتاب کی تکمیل کے بعد وہ شہزادی زیب النساء کی اجازت سے حج پر گئے تھے اور شہزادی نے انہیں بحر حال حقیقت کا بہتر علم تو اللہ ہی کی ذات کو ہے۔ مگر اس تفسیر نے آگے آنے والوں کے لئے علم کی کئی راہیں کھولی تھیں۔ [6]ایک خطیر رقم بھی دی تھی۔''

محترمہ محمودالنساء بیگم

محترمہ محمودالنساء بیگم سن 1898ء میں حیدر آباد دکن کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ آپ نہایت متقی اور باصلاحیت خاتون تھیں بچپن ہی سے قرآن

فہمی کا ذوق رکھتی تھیں۔انہیں ایک وقت میں کئی زبانوں پر مہارت حاصل تھی، جن میں اردو، فارسی، عربی اور انگریزی خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ان کا اسلامی علوم پر مشتمل مطالعہ بھی کافی وسیع تھا۔اردو زبان میں اگر مفسرات اولین قرآن کا تذکرہ کیا جائے تو محترمہ محمودالنساء بیگم کا شمار انہی میں سے ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی اشاعت میں محترمہ محمودالنساء بیگم کا کردار مثالی ہے۔انہوں نے ''تفسیر قرآن مجید مع ترجمہ احکام قرآن بہ اردو'' کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر لکھا۔ بعد میں اس کتاب کے نام کو آسان کرکے ''آسان ترجمہ و تفسیر قرآن مجید'' رکھ دیا گیا۔

یہ کسی خاتون کی طرف سے لکھا گیا پہلا مکمل ترجمہ و تفسیر تھا۔ جس کے سرورق پر تعارف کچھ یوں کروایا گیا کہ ''قرآن مجید کا ایک ایسا مکمل ترجمہ و تفسیر جسے دنیا کے کتب خانوں میں خواتین کے تراجم و تفاسیر میں اولیت حاصل ہے، جو عام فہم انداز، آسان ترجمہ، مختصر تفسیر اور معتبر روایات کا حسین مرقع ہے۔''

اس تفسیر کو بہت بعد میں مولانا سراج الہدیٰ ندوی الازہری نے انتہائی محنت اور خلوص کے ساتھ تحقیق کرکے دو جلدوں میں شائع کیا۔

محترمہ محمودالنساء بیگم نے تفسیر کی تمہیدی گفتگو میں اس کی ضرورت و اہمیت اور غرض و غایت کے بارے میں لکھا ہے کہ ''اس تفسیر کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ قرآن نہیں پڑھ سکتے مگر اردو میں مہارت رکھتے ہیں، تو وہ کم از کم اپنی مادری زبان میں پڑھ کر کلام الٰہی کے احکامات سے واقف ہو سکیں، کہ آخر کلام الٰہی تاریخ برصغیر میں کسی خاتون کی طرف سے قلمبند کیا گیا انتہائی مستند ترجمہ و تفسیر منظر عام پر آنا واقعی ایک بڑا علمی و دینی [7] میں ہمارے لئے کیا حکم آیا ہے۔''
کارنامہ ہے۔

محترمہ جاناں بیگم

محترمہ جاناں بیگم عبدالرحیم خان خاناں کی بیٹی تھیں۔ان کی شادی بادشاہ جلال الدین اکبر کے فرزند شہزادہ دانیال سے ہوئی تھی۔حسن صورت و سیرت کردار دونوں سے آراستہ تھیں۔لیاقت علمی اور مکارم اخلاق کے اعتبار سے بھی مقام اعلیٰ رکھتی تھیں۔دین سے گہرا لگاؤ تھا، اور فہم و فراست میں اپنی مثال آپ [8]تھیں۔انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں تحریر کی تھی۔

Shibli Naumani, Essays Shibli, Azamgarh, Darul Musafin Shibli Academy, 2007, Pg 11

[5]اردو دار المعارف الاسلامیہ، لاہور 1973، ص77

Urdu Dar al-Maarif al-Islamiya, Lahore 1973, Pg 77

[6]علاؤالدین خان، عہد اورنگزیب میں علامہ کی خدمات، اعظم گڑھ، دارالمصنفین شبلی اکیڈمی، ص242

Dr. Alauddin Khan, Services of the Allama in the reign of Aurangzeb, Azamgarh, Darul-Musnafin Shibli Academy, Pg 242

[7]علوم اسلامیہ کی تدوین میں برصغیر کی خواتین کا کردار، القمر، جلد چہارم، شمارہ 1، جنوری-مارچ 2021، ص288

The Role of Subcontinent Women in Editing Islamic Sciences, Qamar, Volume IV, Issue 1, Jan-Mar 2021, Pg 288

[8]تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، مطبوعہ لاہور 1992، ص428

9

محترمہ واحدہ خانم

قرآنک کالج بنگلور کی پرنسپل واحدہ خانم نے دو حصوں پر مشتمل قرآن مجید کے عم پارہ کا ترجمہ کیا۔ پہلے حصے میں انہوں نے سورت الفاتحہ کے بعد سورت الناس سے الٹی ترتیب میں ترجمہ کرتے ہوئے سورت الفجر کے ترجمہ و تفسیر تک مکمل کیا۔ جبکہ دوسرے حصے میں سورت الغاشیہ تا سورت النباء تک ترجمہ و تفسیر موجود ہے۔

ترجمہ بالکل عام فہم اور سادہ زبان میں ہے۔ تفسیر کا انداز یہ ہے کہ متن کے ساتھ پہلے ترجمہ ہے اور پھر مفہوم اور مطلب کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ عم پارہ کی انتہائی مختصر تفسیر ہے جو 1936 میں قومی پریس بنگلور سے شائع ہوئی۔

واحدہ خانم کے علاوہ جن خواتین کا نام ملتا ہے ان میں ایک نام ثریا عندلیب کا بھی ہے۔ جنہوں نے قرآن کی منتخب کردہ انتالیس سورتوں کی تشریح کی۔ اسے ''آیات بینات'' کے نام سے 1992 میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا۔[10]

منتخب کردہ ان آیات کی تشریح و تفسیر میں مصنفہ نے کافی حد تک قرآن مجید کی دوسری باہم ملتی جلتی آیات سے استدلال کیا ہے۔ جو کے قرآن مجید میں تدبر اور غور و فکر کی بہترین کوشش ہے۔ اگر قرآنی خدمات کے حوالے سے تحقیقات کا مزید جائزہ لیا جائے تو ایک علمی جریدے کے مطابق علمی دنیا میں قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے حالت سے برصغیر کی جن صاحب تصنیف خواتین کا تذکرہ ملتا ہے ان میں محمودہ بیگم کے بعد ایک نام زینب الغزالی اور ثریا شحنہ کا بھی ہے۔ البتہ ان کے علاوہ بھی متعدد خواتین نے اس طرح کے کارنامے سرانجام دیئے ہیں۔ اسی طرح ''تفسیر علوم قرآنی میں خواتین کی خدمات'' پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے والی ڈاکٹر عنبرین سحر کی تحقیق کے مطابق جن خواتین نے قرآن کریم کا مکمل ترجمہ ایک زبان سے دوسری میں منتقل کرنے کا فریضہ ادا کیا ان میں درج ذیل خواتین بھی شامل ہیں۔

نائلہ ہشام صابری کی اردو تفسیر ''تفسیر المبصر لنور فوقیہ ابراہیم کی تفسیر ''تیسیر القرآن'' ماجدہ فارس الشمری کی تفسیر ''التوضیح والبیان فی تفسیر ای من القرآن'' قرآن کریم کے فہم کے لئے خواتین نے جزئی تفسیریں بھی تصنیف کیں، مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے مکمل یا نامکمل ترجمے بھی کیے ہیں اور القرآن'' علوم القرآن کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں تجوید، قرات، تدبر قرآن، فصاحت و بلاغت، اقسام القرآن، لغوی و بلاغت موضوعات اور مباحث وغیرہ شامل ہیں۔

علم حدیث و فقہ اسلامی

تاریخ اسلام میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں، جن میں علم حدیث و فقہ اسلامی کے حوالے سے خواتین اسلام کی خدمات نمایاں ہیں۔ عہد رسول میں امہات المومنین اور صحابیات رضی اللہ عنہم نے علم حدیث و فقہ اسلامی میں جو خدمات سرانجام دیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم نے اپنی علمی صلاحیتوں سے امت کو جو فیض پہنچایا وہ اپنی مثال آپ رہا ہے۔ اگر وہ یہ علمی سرمایہ محفوظ کر کے ہم تک نہ پہنچاتیں تو ہم علم دین کے مفید علوم

Four hundred perfect women of the history of Islam, published in Lahore 1992, p:428

[9] تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، مطبوعہ لاہور 1992، ص 428

Four hundred perfect women of the history of Islam, published in Lahore 1992, p:428

[10] سید وہاج الدین اردو تراجم و تفاسیر قرآن میں خواتین کی خدمات از، حیدر آباد، جون 2020، ص 26

Syed Wahajuddin,Services of women in Urdu translations and interpretations of Quran Hyderabad, June 2020, Pg 26

سے محروم ہو جاتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو کامل ترین انداز میں سن کر آگے امت تک ویسے ہی پہنچایا۔ حضرت امت سلمہ رضی اللہ عنہا کی فقہی صلاحیتوں کے متعلق امام ابن القیم کہتے ہیں، ''اگر ان کے فتاویٰ جمع کئے جائیں تو ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔''[11]

علم حدیث وفقہ اسلامی کے دیگر ادوار میں مشہور تابعات میں نفیسہ بنت الحسن، فاطمہ بنت منذر، عائشہ بنت محمد، زینب بنت احمد وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

حفاظت علم حدیث وفقہ اسلامی کی اس روایت کو برقرار رکھتے ہوئے بعد کے ادوار میں بھی خواتین اسلام نے صحیح علم کی نشر واشاعت کی۔ اسی سلسلے میں ایک نام مشہور تابعیہ حفصہ بنت سیرین کا ہے جو 101 ہجری کی بلند پایہ محدثہ تھیں۔ علم قرآن وحدیث میں بھی ان کی فہم وفراست میں بھی وہ اعلیٰ مقام رکھتی ہیں۔ علم قرات میں بھی اس قدر ماہر تھیں کہ ان کے بھائی محمد بن سیرین کو کسی جگہ مشکل پیش آتی تو فرماتے ''حفصہ سے پوچھو کیسے پڑھتی ہے۔'' غرضکہ کہ علمی دنیا میں خواتین کو وہی مقام حاصل ہے جو مردوں کو ہے۔ دیگر خواتین اسلام کی طرح برصغیر کی صالحات امت نے علم حدیث وفقہ اسلامی کی تدوین میں اپنی زریں خدمات سرانجام دیئے، اور اشاعت علم کی سرپرستی کرتے ہوئے اعلیٰ معیار کے علمی کام سرانجام دیئے۔ برصغیر میں اپنی علمی خدمات سرانجام دینے والی جن خواتین نے علم حدیث اور فقہی اسلامی میں نمایاں کردار ادا کیا ان میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں پیش ہے۔

محترمہ بی بی لحاظ النساء بیگم

تذکرہ علم حدیث کے حوالے سے بات کی جائے تو محترمہ بی لحاظ النساء کا شمار ممتاز اہل علم خواتین میں ہوتا ہے۔ ان کو علم حدیث سے خاصی دلچسپی تھی۔ پہلے انہوں نے بھوپال میں ایک نامور عالم مولانا محمد بشیر سہسوانی سے علم حدیث سیکھا پھر دلی جاکر شیخ الکل میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے درس میں شرکت کی اور انیس برس کی عمر فن حدیث کی تکمیل کے بعد سند حاصل کی۔ اپنی باقی ماندہ زندگی انہوں نے علم حدیث کی اشاعت وترویج میں گزار دی۔[12]

محترمہ بی بی شمس النساء

محترمہ بی بی شمس النساء کا تعلق حیدرآباد دکن سے تھا۔ جملہ علوم دین میں خاصی دلچسپی تھی۔ فارسی وعربی دونوں زبانوں پر مکمل عبور تھا۔ قرآن کی تفسیر اور دیگر علوم دین میں ماہرانہ دستگاہ رکھتی تھیں۔ بات اگر علم حدیث کی ہو تو حدیث کی مسانید پر گہری نظر رکھتیں۔ اکثر اوقات عورتوں کو وعظ وہدایات کرتی رہتیں۔ اپنی زندگی کا آخری سال انہوں نے وعظ ونصیحت کرنے میں گزارا۔[13]

دیگر علوم وفنون

تاریخ اسلامی کے علمی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ معاشرے کی تعمیر وترقی میں خواتین اسلام کا کردار بڑا مثالی اور درخشاں رہا ہے۔ ہر میدان میں خواتین اسلام کی خدمات ہمہ جہت ہیں۔ لیکن اگر خاص طور پر اسلامی علوم وفنون کی اشاعت کا تذکرہ کیا جائے تو خواتین اسلام کے بغیر ان علوم کا وجود ادھورا نظر آتا ہے۔ اسلام کے ابتدائی دور ہی سے مسلمان خواتین علوم وفنون کی اشاعت وترویج میں سرگرم نظر آتی ہیں۔ پھر ان علوم وفنون کو نسل درنسل منتقل کرنے میں بھی خواتین کا کردار نمایاں رہا ہے۔ انہوں نے جہاں قرآن حفظ کرکے اپنی نسلوں کو سکھایا، وہیں دیگر علوم جیسے علم قرات، علم تجوید، فن کتابت، فن خطاطی، سیرت نگاری، فقہ اسلامی اور اس جیسے دیگر علوم کی منتقلی میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ نیز اپنے شیوخ سے علم حدیث کا صحیح روایات کے ساتھ علم حاصل کرکے آگے پہنچانے میں بھی خواتین پیچھے نہ رہیں۔ اپنے فتاویٰ کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کی۔ زہد وتصوف میں بھی شہرت حاصل کی اور وعظ وارشاد کی محفلیں بھی سجائیں۔ الغرض کے علوم وفنون کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں خواتین نے اپنا کردار ادا نہ کیا ہو۔ پھر بھلے وہ خواتین پہلی صدی ہجری کی ہو یا بعد کی، خواتین اسلام کی ان خدمات کے پیش نظر برصغیر کی صالحات امت بھی پیچھے نہ رہیں، بلکہ مختلف طرح کے علوم وفنون میں اپنی خدمات پیش کرکے رہتی دنیا تک کے لیے

---

[11] اعلام الموقعین، ابن القیم، دار الکتب العلمۃ، بیروت، 1992، ص 25
Al-Muqayin, Ibn al-Qayyim, Dar al-Kitab al-Ulama, Beirut, 1992 , Pg 25

[12] تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، مطبوعہ لاہور 1992، ص 576
Four hundred perfect women of the history of Islam, published Lahore 1992, p:576

[13] تاریخ اسلام کی چار سو باکمال خواتین، مطبوعہ لاہور 1992 ، ص 579
Four hundred perfect women of the history of Islam, published Lahore 1992, P 579

اپنے پیکر کردار کی مثال وضع کر دی۔ ذیل میں چند ایسے علوم وفنون کا تذکرہ ہے جن میں صالحات امت نے اپنا کردار ادا کر کے علوم وفنون کا وسیع خزانہ ضائع ہونے سے بچالیا۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علوم قرآنیہ، ترجمہ وتفسیر، فقہ اسلامی اور علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم وفنون جیسے سیرت نگاری کی تصنیف وتالیف میں بھی خواتین اپنی خدمات دینے سے کترائی نہیں، بلکہ باریکی کے ساتھ تحقیق کر کے انتہائی محبت وعقیدت کے ساتھ معیاری کتابیں تصنیف کیں۔ ڈاکٹر رؤفہ اقبال، علی گڑھ کی تصنیف کردہ کتاب ''عہد نبوی کے غزوات اور سرایا'' سیرت پر مبنی ایک عظیم شاہکار ہے۔ اسی طرح محترمہ نجمہ راجہ یاسین، تلنگانہ کی تصنیف کردہ کتاب ''عہد نبوی کا بلدیاتی نظم ونسق'' پاکستان اور ہندوستان دونوں ملکوں سے شائع ہوئی۔

بہاولپور سے ڈاکٹر نگہت ہاشمی اور لاہور سے محترمہ شہناز کوثر نے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں کو موضوع تحقیق بنایا۔ ڈاکٹر سعدیہ غزنوی اپنی کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور ماہر نفسیات، علم نفسیات، اسوہ حسنہ کے موضوعات سے سیرت کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔ مزید بات کی جائے تو جدید دور کے مشہور سیرت نگار ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کی تصنیف کردہ کتاب ''المجتمع المدنی فی عصر اال بوۃ'' کو محترمہ عذرا نسیم نے اردو زبان میں تحریر کیا۔ اسی سوال وجواب کی صورت ام عبد منیب نے ایک ضخیم انسائیکلوپیڈیا تیار کیا۔ جناب حافظ محمد عارف گھانچی نے ایک محدود زمانے میں خواتین کے قلم سے لکھی جانے والی کتب کی تعداد اسی کے قریب بتائی ہے۔

تصنیفات

بنیادی علوم جیسے قرآن، حدیث اور فقہ کے علاوہ اسلامی افکار ونظریات کو اجاگر کرنے میں بھی خواتین اسلام کی خدمات پیش پیش رہی ہیں۔ آزاد مملکت پاکستان کی بنیاد جس نظریہ فکر پر تھی وہ ''لا الہ الا اللہ'' تھی۔ اور اس نظریے کا عملی ثبوت دینے میں مردوں کی طرح برصغیر کی صالحات امت کی قربانیاں بھی محدود ہیں۔ اسلام اور اسلامی علوم کی حفاظت ہو، ہماری نسلیں صحیح دین پر عمل پیرا ہونے والی ہو اور صحیح علم آگے ہی پہنچانے والی ہوں، اس مقصد کے حصول کے لیے جس طرح خواتین نے اپنی جانیں قربان کیں، اسی طرح بعض خواتین نے اپنی قلم سے علم کی حفاظت کا بیڑہ اپنے سر اٹھایا، اور ایسی کتب تصنیف کی جو صحیح اور مدلل روایات پر مبنی تھیں۔

ایسی ہی ایک مثال بی بی صالحہ کی ہے۔ جیسا کہ اورنگزیب عالمگیر کی بیٹی زیب النساء مخفی تخلص کرتی تھیں، انہوں نے متعدد کتابیں اپنے پیچھے بطور یادگار چھوڑیں۔

جو مترجمہ کتب تھیں۔ یہ فقہ جیسے مشکل فن میں لکھی کتب کا اردو ترجمہ کیا کرتی تھیں۔ جہاں آراء بیگم جو شاہجہاں کی بیٹی اور خاتون شہنشاہ جہانگیر کی پوتی تھیں، صغریٰ بیگم کو تیرہ کتابیں لکھنے کی سعادت ملی۔ بی بی فاطمہ بنت زکاریہ الزبیری کو ادب، [14] انہوں نے ''مونس الارواح'' کے نام سے ایک کتاب تحریر کی۔ صرف ونحو، اور دیگر علوم میں کمال درجہ حاصل تھا۔ وہ اپنے دور کی اعلیٰ نثر نگار تھیں۔ ابن حیان کہتے ہیں کہ خواتین میں کوئی بھی شعر وادب اور علم وفہم میں اس خاتون باکمال کے برابر نہ تھا۔ ان کو فن کتابت میں غیر معمولی دسترس حاصل تھی۔ بی بی فاطمہ بنت زکاریہ الزبیری نے بے شمار کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھیں۔ جس سے علماء اندلس نے بے شمار فایدہ اٹھایا۔

اسی طرح برصغیر کی کامیاب سیاستدان خاتون نواب سلطان جہاں بیگم نے ''عفت المسلمات'' کے نام سے 1918ء میں ایک کتاب تصنیف کی، جس میں انہوں نے قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل پر پردے کا وجوب ثابت کیا۔ اس کے علاوہ آثار صحابہ اور فقہاء امت کی آراء کو بھی کتاب میں جمع کیا گیا۔ کتاب میں

---

[14] علوم اسلامیہ کی تدوین میں برصغیر کی خواتین کا کردار، القمر، جلد چہارم، شمارہ 1، جنوری-مارچ 2021، ص10
The Role of Subcontinent Women in Editing Islamic Sciences, Al-Qamar, Volume IV, Issue 1, Jan-Mar 2021, Pg 10

انہوں نے عفت وحیا ہماری نیکیوں کی بنیاد ہیں، عورت کی خانگی اور بیرونی معاشرت، بے پردگی کے نتائج، دنیائے اسلام میں بے پردگی، مشرق اور مغرب کے گھر، مخالفین پردہ کے دلائل اور ان کی تردید، خاتمہ جیسے عنوانات کو موضوع گفتگو بنایا۔[15]

تصنیف وتالیف میں ایک نام محترمہ ثریا بتول علوی کا بھی ہے جنہوں نے دینی و علمی موضوعات پر سو سے زائد بلند پایہ مقالات لکھے، ان کے اکثر مقالات قومی سطح پر انعام کے حقدار بھی ٹھہرے۔ اس کے علاوہ بھی یہ اسلام میں عورت کا مقام، خواتین رپورٹ کمیشن کا جائزہ، جدید تحریک نسواں اور اسلام کے نام سے معرکہ آراء کتابیں لکھ چکی ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر نجمہ سلطانہ کی کتاب "اسلام میں تعلیم کی اہمیت اور خواتین کا کردار" بھی قابل ذکر ہے، جس میں انہوں نے عہد رسالت کی متحرک خواتین، اسلامی تعلیمات کے فروغ میں خواتین کا کردار، خواتین کے علمی کارنامے، غزوات نبوی میں خواتین کا کردار، اسلام میں لڑکیوں کی تعلیم کی اہمیت، خواتین کی علمی ادبی و سماجی خدمات جیسے اہم موضوعات پر بحث کی۔

محترمہ مریم خنساء

برصغیر کی تاریخ میں جن خواتین اسلام کا تذکرہ ملتا ہے ان میں ایک نام محمد مسعود عبدہ کی بیٹی مریم خنساء کا بھی ہے۔ جو جنوری 1978 کو پیدا ہوئیں۔ والد صاحب نے ان کا نام مریم رکھا تھا مگر بعد میں وہ مریم خنساء کے نام سے مشہور ہوئیں۔ عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگوں کے لئے ان کی ذہانت وبال جان بن جاتی ہے۔ مگر مریم خنساء غیر معمولی صلاحیتوں کی مالک ہونے کے ساتھ دین کی گہری سمجھ بوجھ بھی رکھتی تھیں۔ اور انہی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے مریم خنساء نے اپنی قلم کے ذریعے معاشرتی ترقی میں ایک مثالی کردار ادا کیا۔ ان کی تصنیفات جیسے طبری خاندان کی محدثات، کرکٹ، نصابی صلیبیں اور دیگر تحاریر پڑھ کر کوئی بھی ان کی عبقری شخصیت قبول کرنے سے انکار نہ کر پائے گا۔ دین کی سمجھ کے ساتھ دینی احکامات پر عمل کی توفیق ملنا بھی کسی انعام سے کم نہیں، اور بلاشبہ مریم خنساء علمی دولت کے ساتھ عملی توفیق سے بھی مالا مال تھیں۔

مریم خنساء کی تعلیم و تربیت میں ان کے والد محمد مسعود عبدہ کا بڑا ہاتھ ہے۔ وہ خود راسخ العقیدہ علمی ذوق و شوق رکھنے والے مومن مرد تھے۔ انہوں نے بیٹی کی دینی تعلیم میں کوئی کمی آنے دی نہ تعمیر سیرت و کردار میں کوئی کسر رہنے دی، بلکہ انہیں دین کے لئے ہر لحاظ سے وقف کر دیا۔ مگر افسوس کہ جب ان کی کاوشوں نے نتیجے کا روپ دھارا اور وہ علم و عمل کا پیکر جمیل بن گئیں اور اپنی صلاحیتوں سے معاشرے کے علمی حلقوں کو رنگنے لگیں تو پیغام اجل آپہنچا اور انہوں نے حکم خداوندی پر لبیک کہا۔ جس سے باپ نے گود میں کھلا کر کامیابی کے زینے عبور کروائے اسی باپ نے کندھے پر اٹھا کر اخروی منازل طے کرانے کے لئے قبر کی گود میں جا لٹایا۔ اور خود بھی زیادہ عرصہ بیٹی کی جدائی کا غم برداشت نہ کر سکے اور دو یا تین ماہ بعد ہی دار افانی سے کوچ کر گئے۔[16]

محض تئیس سال کی مختصر زندگی میں مریم خنساء نے اپنے سیرت و کردار اور علمی کارناموں کے جو نقوش صفحہ تاریخ پر ثبت کیے وہ رہتی دنیا تک کے لئے پیکر نمونہ بن گئے۔

مریم خنساء کی جن تصانیف نے معاشرے میں انقلاب برپا کیا اس کا مختصر تجزیہ ذیل میں پیش کیا گیا ہے۔

نصابی صلیبیں: کتاب کی صورت شائع ہوئی تصنیف دراصل ایک طویل مقالہ ہے جو مریم خنساء نے انیس سال کی عمر میں مکمل کیا۔ اس مقالے میں انہوں نے جماعت اول سے دہم تک لازمی نصاب میں جتنے غیر اسلامی نظریات طالب علموں کے اندر انڈیلنے کی جو شعوری ولاشعوری کوشش ماہرین تعلیم نے کی اس کی نشاندہیاں کر دیں، تاکہ معاشرہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے محتاط ہو جائے۔

کرکٹ: یہ مقالہ بھی اب کتاب کی صورت چھپ چکا ہے، اس میں مریم خنساء نے اسلامی نظریہ ثقافت کے متعلق بات کی ہے۔

---

[15] نواب سلطان جہاں بیگم کی خدمات کے لئے دیکھیں Gauri Srivastav: ص 74-75
For the services of Nawab Sultan Jahan Begum see: Gauri Srivastav , Pg 74-75

[16] تذکار صالحات از طالب ہاشمی، البدر پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور، ص 22
Tazkar Salihat by Talib Hashmi, Al Badr Publications, Urdu Bazar Lahore Pg 22

اپنا روشن ماضی: قریب پچیس عنوانات پر مشتمل اس کتاب میں انہوں نے اسلامی تاریخی واقعات کو کہانی کی صورت پیش کیا۔ تاکہ بچوں کی ذہنی تربیت میں یہ کہانیاں معاون ثابت ہوں۔ اس کے علاوہ بھی چالیس کے قریب کتابیں الگ سے لکھیں۔ جبکہ بڑوں کے مضامین، کہانیاں اور انشائیے مختلف عنوانات پر لکھے۔

اصطلاحات حدیث: اس کتاب میں انہوں نے فن حدیث کی تمام اصطلاحات کو سمونے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب تقریباً چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔

سیر محدثات: اس کتاب میں انہوں نے تابعین سے لے کر اپنے دور تک کی ان صالحات کا بھرپور تعارف پیش کیا جنہوں نے روایت حدیث اور فن حدیث میں حصہ لیا۔ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد موجودہ دور کی خواتین کو علم حدیث کی طرف توجہ دلانا تھی، تاکہ وہ خود پڑھ کر دیکھ لیں، جب تک خواتین اسلام نے علم حدیث میں دلچسپی لی امت بھی عروج پر رہی، مگر جیسے ہی اسے نظر انداز کیا تو انحطاط کا دور دورہ ہو گیا۔

آج کی عورت ہر علمی و فنی شعبے میں اپنا نام کا سکہ جما رہی ہے، مگر علم حدیث و تفسیر کی بات ہو تو چند گنی بنی خواتین اس سلسلے سے جڑی نظر آتی ہیں۔ ہمیں یہ بات سمجھ آجانی چاہیے کہ ہر بڑے سے بڑے عالم اور مشہور سے مشہور محدث کے پیچھے اس کی ماں، بہن، بیوی، بیٹی دادی، خالہ، پھوپھی ہی کا ہاتھ ہوتا ہے۔ مگر افسوس کے اپنی علمی فکر و غم کو لوگوں تک پہچانے کے لئے وہ زندہ نہ رہیں اور کتاب نامکمل چھوڑ کر دنیا سے چل بسیں۔

اچھے اچھے عربی نام: اس کتاب کے پہلے حصے میں انہوں نے قرآن مجید میں موجود اچھے ناموں کا آیت کے حوالے کے ساتھ ذکر کیا، جبکہ دوسرے حصے میں عربی کے نام یکجا کئے۔

اسٹیفن جونز کے تعاقب میں: اسٹیفن جونز ایک انگریز صحافی تھا جس نے اسلام کے خلاف اپنے کسی مضمون میں زہر فشانی کی، جس کا جواب جناب سلہری نے ایک روزنامے میں مضمون لکھ کر دیا۔ مریم خنساء نے بھی ستر صفحات پر مشتمل ایک مقالے میں اسٹیفن جونز کی ایک ایک بات کا جواب تحریر کیا۔

تراجم: مریم خنساء نے تخلیقی کام کے علاوہ عربی کی بعض کتابوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا، جن میں طہارت اور خواتین، عورت کا ستر ولباس، سیرت خدیجۃ الکبریٰ وغیرہ مکمل ہیں ترجمہ کے ساتھ موجود ہیں۔

فن خطاطی: فن خطاطی میں ایک نام تیرہویں صدی ہجری کی بادشاہ بیگم دہلوی کا ہے۔ جنہوں نے خوشنویسی استاد محمد امیر پنجہ کش دہلوی سے سیکھی۔ بادشاہ بیگم بلند پایہ خطاطہ ہونے کے علاوہ اچھی عالمہ اور شاعرہ بھی تھیں اس کے علاوہ فن طب سے بھی واقفیت رکھتی تھیں۔ ان کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ انگریزی زبان بھی جانتی تھیں۔ جبکہ اس وقت انگریزی زبان سے واقفیت عجیب سمجھیں جاتی تھی۔ ان کے علاوہ محترمہ زیب النساء خط نستعلیق اور خط کشیدہ کی ماہر تھیں۔

علمی و تعمیری خدمات

علمی و ادبی خدمات ہو یا دینی و دنیاوی، اخلاقی و سماجی خدمات ہو یا پھر معاشرتی و سیاسی خواتین اسلام نے ہر دور میں دین و دنیا دونوں کو فایدہ پہنچانے کے لئے اپنی خدمات سرانجام دی ہیں۔ تاریخ اسلام کی ابتداء سے موجود زمانے تک بھی صالحات امت نے اپنی حدود و دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے بڑے بڑے انقلاب برپا کر دیئے۔ گھر رہ کر اگر ایک اولاد کی اچھی تربیت کی تو اس نے آگے کئی نسلوں کو سنوارا۔ نسلیں سنوریں تو معاشرے میں انقلاب آیا۔ معاشرے میں انقلاب برپا ہوا تو ملک مستحکم ہوا، گو کہ عورت کی دی تربیت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے جو نسلیں سنوار بھی سکتا ہے اور بگاڑ بھی سکتا ہے۔ اس لئے خود عورت کی اپنی تعلیم و تربیت بھی اچھے اور اسلامی اصولوں کے تحت کرنا ضروری ہے تاکہ نسلوں اور معاشرے میں بہتری آئے نا کہ بگاڑ۔ جس طرح ہر دور کی عورت نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق گھر میں رہ کر اور گھر سے باہر رہ کر اپنی خدمات انجام دیں اسی طرح تاریخ برصغیر میں بھی ایسی کئی صالحات امت کے نام ملتے ہیں جنہوں نے معاشرے کو مضبوط بنانے کے لیے گھر میں رہ کر بھی تحریک چلائی اور گھر سے باہر نکل کر دیگر علمی و تعمیری میدانوں میں بھی اپنے کردار کی شمعیں جلائیں۔ چند ایک خواتین کا تذکرہ ذیل میں پیش ہے۔

محترمہ نواب سلطان جہاں بیگم

نواب سلطان جہاں بیگم کی خدمات تاریخ مسلمانان برصغیر کا سنہرا باب ہے۔ انہوں نے اپنے دور میں مختلف علوم وفنون، صحت عامہ اور رفاہی خدمات کے لئے ادارے قائم کئے۔ نواب سکندر بیگم، نواب قدسیہ بیگم، نواب شاہ جہاں بیگم اور انہی کی طرح نواب سلطان جہاں بیگم نے ملکہ برطانیہ کے ساتھ مسلسل تعلقات

قائم رکھے۔اور برصغیر کی دینی وثقافتی ترقی میں تاریخی کردار ادا کرتی رہیں۔ ان صالحات امت نے ٹکراؤ کی بجائے مصالحتی نقطہ نظر کو ترجیح دی، یہی وہ فلسفہ وفکر اور نظریہ ہے جس پر سرسید احمد خان بھی ساری زندگی کاربند رہے، اور اپنی اجتہادی وفکری کوششوں کے طفیل مسلمان مفکرین کی فہرست میں شامل ہوگئے۔
یہ کتاب بتاتی ہے کہ [17] بحر حال! نواب سلطان جہاں بیگم نے اپنی زندگی کے مختلف واقعات وحالات کو قلمبند کرتے ہوئے ''حیات شاہجہانی''، تصنیف کی۔ بچپن ہی سے نواب سلطان جہاں بیگم کی دینی ودنیاوی دونوں لحاظ سے تعلیم وتربیت کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ ناظرہ قرآن کے ساتھ ترجمہ کے لئے دو الگ اساتذہ مقرر تھے۔ اسی طرح دیگر علوم وفنون جیسے فارسی، انگریزی، حساب، خوش خطی، تیغ زنی، گھڑ سواری اور دیگر علمی وعملی مشقوں کے لئے الگ الگ اساتذہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ حیات شاہجہانی کے چوبیس گھنٹے پر مشتمل نظام الاوقات کے چارٹ سے خوب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نواب سلطان جہاں بیگم کی شخصیت میں وقت کے بہترین استعمال کی کس قدر اہمیت تھی۔[18]
دینی حدود وقیود کی بھی ایسی پابند تھی کہ روائتی برقع میں رہ کر جہاں آرائیاں کی۔ انہوں نے مردوں سے مشاورتیں، رفاہی وتعلیمی اسکیموں کا احتساب ومعائنہ، سلطنت کی نگرانی الغرض دین ودنیا کے مختلف امور کو اسلامی روایات کے اصولوں پر سختی سے پابندرہ کر ہی انجام دیا۔ پردے سے ان کی دلی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ''عفت المسلمات'' کے نام سے 1918ء میں ایک کتاب تصنیف کی، جس میں انہوں نے قرآن وسنت کے ٹھوس دلائل پر پردے کا وجوب ثابت کیا۔ اس کے علاوہ آثار صحابہ اور فقہاء آمت کی آراء کو بھی کتاب میں جمع کیا گیا۔ یہ کتاب مفید عام اسٹیم پریس، آگرہ سے طبع ہوئی، [19] کتاب کے خاص عنوانات درج ذیل ہیں۔

1. عفت وحیا ہماری نیکیوں کی بنیاد ہیں۔
2. عورت کی خانگی اور بیرونی معاشرت۔
3. بےپردگی کے نتائج
4. دنیائے اسلام میں بےپردگی
5. مشرق اور مغرب کے گھر
6. مخالفین پردہ کے دلائل اور ان کی تردید
7. خاتمہ

نواب سلطان جہاں بیگم نے مردوں سے مشاورت، سلطنت کی نگرانی، رفاہی وتعلیمی اسکیموں کا معائنہ واحتساب غرض کہ دین ودنیا کے تمام امور اسلامی اصولوں کا پابندرہ کر سرانجام دیئے۔ انہوں نے عوام کے لئے مزید کیا کام کیے اس کا مختصر اجائزہ ذیل سطور میں پیش ہیں۔

تعلیمی اصلاحات وخدمات

---

[17] جدید ہندوستان میں مسلمان خواتین کی سماجی وتعلیمی خدمات، القواریر، وولیم 2، اکتوبر تا دسمبر 2020، ص 15
Social and Educational Services of Muslim Women in Modern India, Al-Quwarir, Vol:2, Oct-Dec 2020, Pg 15

[18] حیات شاہجہانی، از محترمہ نواب شاہجہاں بیگم، مترجم B.Ghosal بمبئی، 1926، ص 56
Hayat-e-Shahjahani: Life of Her Highness: The Late Nawab Shahjahan Begum, Translated by B.Ghosal Bombay, 1926 , Pg 56

[19] جدید ہندوستان میں مسلمان خواتین کی سماجی وتعلیمی خدمات، القواریر، وولیم 2، اکتوبر تا دسمبر 2020 ، ص 15
Social and Educational Services of Muslim Women in Modern India, Al-Quwarir, Vol:2, Oct-Dec 2020 , Pg 15

نواب سلطان جہاں بیگم نے اپنے دور میں نہ صرف ریاست بھوپال کی رعایا کی جہالت و ناخواندگی کو دور کرنے کے لئے اقدام اٹھائے، بلکہ انہیں تعلیمی زیور سے آراستہ کرنے کے لئے پورے خطے میں نظام تعلیم بچھادیا۔ یہ تعلیم نہ صرف ریاست بھوپال کی مسلم رعایا کے لئے تھی، بلکہ اس سے ہندو، سکھ اور زمیندار عوام نے بھی فائدہ اٹھایا۔ مسلم معاشرے کی پردہ نشین عورتوں کے لئے الگ مدرسوں کا انتظام کیا۔ نہ صرف تعلیم و تربیت نسواں پر زور دیا بلکہ لڑکوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی الگ ادارے قائم کئے گئے۔

طب اور دیگر شعبہ جات میں اپنی خدمات سرانجام دیتے ہوئے انہوں نے دہلی میں ''لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج آف پردہ گارڈن'' کی بنیاد رکھی۔ وقت کے تقاضوں کو دیکھتے ہوئے انہوں نے جاگیرداروں اور سرداروں کے بچوں کے لئے الگ سکول بھی قائم کئے۔ ایسا کرنے سے انہوں نے غریب عوام کی حق تلفی نہیں کی بلکہ اکثر حالات میں انہیں تعلیمی اخراجات جیسے کتابیں، کاپیاں، قلم اور دیگر اسٹیشنری کے سامان نہ صرف مفت فراہم کئے بلکہ ان کی تعلیمی فیس بھی معاف کردی۔

ehore میں مسلم طلبہ وطالبات کے لئے الگ نظام تعلیم قائم کیا۔ مڈل اسکول اور کالج تک sقرآن و ناظرہ اور قرآنک اسٹڈیز میں نواب سلطان جہاں بیگم نے ان اداروں کو ترقی دلانے میں اپنے اثرات و وسائل کا استعمال کیا۔ جیسے 1906ء ہائی اسکول ہوا لہٰ آباد یونیورسٹی سے الحاق کروایا حساب کو اس کے نصاب میں خصوصی مقام دلایا۔ مشرقی ادب کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی کا نصاب بھی انہوں نے اپنے یہاں رائج کیا۔[20]

ذہنی قوت کے حامل محنتی اور ضرورت مند طلبہ وطالبات کو وظیفہ دینے کا بھی انتظام کیا تاکہ وہ مالی تنگی کا شکار نہ ہوں، بلکہ اس پریشانی سے آزاد ہو کر اپنے نصاب پر توجہ دے سکیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے سالانہ دس ہزار روپے مختص کئے گئے۔ یہ اسکالرشپ زیادہ تر ان طالبات کے لئے مخصوص تھا جو ان انجنیئرنگ، ایگریکلچر، میڈیکل سائنس، قانون اور اس جیسے دیگر سائنسی علوم کے شعبہ جات سے منسلک تھے۔ نیز غیر معمولی حافظے کے حامل طلبہ وطالبات کو یورپ کے بڑے اداروں میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے بھی بھیجنے کا بندوست کیا گیا تھا۔

ریاست بھوپال کے تعلیمی نظام کا خاص پہلو یہ بھی تھا کہ کلاسز میں اخلاقیات کا کورس لازمی طور پر پڑھایا جاتا تھا تاکہ طلبہ وطالبات کی معلومات میں اضافہ ہونے کے ساتھ معمولات زندگی بھی احسن طریقے سے سلجھانے آئیں اور عام سماجی زندگی میں بھی تہذیب و ادب کا اثرات پڑ سکیں۔ نواب سلطان جہاں بیگم نے 1900 میں علمی میدان میں ''حمیدیہ لائبریری'' کے نام سے کتب خانہ بھی قائم کیا تاکہ محققین کے علاوہ عام طلبہ وطالبات بھی علمی استفادہ حاصل کر سکیں۔[21]

محمدن اینگلو اورینٹل کالج علی گڑھ کی بنیاد رکھے جانے سے یونیورسٹی بننے تک کا سفر نوابان بھوپال کی مالی سرپرستی سے ممکن ہے۔ نواب مسلم جہاں بیگم کی علمی دوستی اور مسلم نوازی کے نتیجے میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کا پہلا صدر اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا پہلا چانسلر دسمبر 1920 میں مقرر کیا گیا۔ جنہوں نے ایم اے او کالج کو یونیورسٹی کا مقام دلانے میں مثالی کردار ادا کیا۔

تعلیم نسواں کی تکمیل کے پیچھے نواب سلطان جہاں بیگم کا مقصد خاندانی نظام کو علم و آگہی کی روشنی میں پروان چڑھانا اور جہالت کا خاتمہ کرنا تھا۔ ان کا کہنا تھا مسلم خاتون معاشرے کا نصف ہوتی ہے، اور ہر شعبہ ہائے زندگی میں ترقی کے لئے اس نصف جہاں کا تعلیم یافتہ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ وہ کہتی تھیں، یہ بیوقوفی ہے کہ لڑکیوں کو محض پڑھنا، لکھنا سکھا کر قسمت کے حوالے کر دیا جائے، بلکہ لڑکیوں کو بھی ان کی صلاحیتوں کے مطابق ترقی کے زینے عبور کرنے اور اپنے اعتماد کو بحال کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لئے انہوں نے خاص طور پر سلطنت کے خزانے کا ایک قابل لحاظ حصہ محض تعلیم نسواں کی لئے

[20] Mittal, Kamla, History of Bhopal State: Development of Constitution, Administration and Notional Awakening, 1901-1949, Munshiram Manohrlal Publishers, PVT LTD, New Dehli 1990 , Pg 67

[21] جدید ہندوستان میں مسلمان خواتین کی سماجی و تعلیمی خدمات، القواریر، وولیم 2، اکتوبر تا دسمبر 2020، ص 16
Social and Educational Services of Muslim Women in Modern India, Al-Quwarir, Vol:2, Oct-Dec 2020 , Pg 16

1917ء میں پانچ لاکھ روپے اور 1918ء کے بعد یہ رقم او قاف کی صورت بڑھتی چلی مخصوص کرر کھا تھا۔ مثلاً 1912ء میں قریب ایک لاکھ روپے جبکہ گئی۔ لڑکیوں کو درجات قرآنی ناظرہ مع ترجمہ کے علاوہ جغرافیہ، اردو، ارتھمیٹک، معاشیات اور امور خانہ داری کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ بیگم بھوپال نے مسلم خواتین کے لئے بلقیس گرلز اسکول، جہانگیریہ اسکول اور سلیمانیہ کے علاوہ ہندو خواتین کے لئے بھی الگ سے سکول قائم کئے تھے تاکہ انہیں اس بات کی شکایت نہ ہو کہ ان کی مذہبی تعلیم کے لئے کوئی الگ سے نظام تعلیم موجود نہیں۔ اس کے علاوہ بھی معاشرے کی پسماندگان اور بیوہ خواتین کے لئے ہندوستان میں اگر کسی نے قدم اٹھایا تو اس کا سہرا بھی نواب سلطان جہاں بیگم کے سر جاتا ہے۔ جنہوں نے معاشرے کی ان نادار خواتین کا معاشی غم دور کرنے کے لئے ایک ایسا ادارہ قائم کیا جہاں ان عورتوں کو سوئی دھاگے کا ہنر، اور اس جیسے دیگر دستکاری کے کام سکھائے جاتے تھے۔ جس کے بعد اپنے ہنر کو بروئے کار لاتے ہوئے نہ صرف خواتین معاشی طور پر خود کفیل ہوئیں بلکہ معاشرے کی معاشی ترقی میں اضافے کا بھی باعث بنیں۔ مئی 1905ء میں ''اسکول برائے بیوگان و پسماندگان'' کی بنیاد ان کے دوسرے بیٹے کرنل عبید اللہ خان نے رکھی۔ جس کے اخراجات کا انتظام سرکار عالیہ کے خزانوں سے کیا جاتا تھا۔ بعد از تین بڑے سکول کو اس سے ملحق کر دیا گیا تاکہ چین، سکھ، ہندو اور دیگر ان اقوام سے تعلق رکھنے والی خواتین بھی اس مہم میں شرکت کر سکیں۔[22]

1911ء میں نواب سلطان جہاں بیگم نے کنڈر گارٹن کے نام سے بچوں کی ذہنی نشوونما اور تعلمی تربیت کے لئے علمی منزل میں بھوپال میں ان کلاسز کا آغاز کیا۔ جہاں بیگم بھوپال کی تعلیمی خدمات قابل ستائش ہیں، اسی طرح اپنے دور میں عوام کی صحت و تندرستی اور انہیں وباؤں سے محفوظ رکھنے کی خاطر بیگم بھوپال کے قائم کردہ دو ہسپتال بھی قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے مردوں کی صحت و تندرستی کے لئے پرنس آف ویلس ہاسپٹل قائم کیا جبکہ خواتین کے لئے الگ سے لیڈی لینڈرون ہاسپٹل کی بنیاد رکھی۔ اسی مقصد کے پیش نظر انہوں نے 1912ء میں لیڈی ہارڈنگ کی آمد پر لیڈی منٹو نرسنگ اسکول کے ساتھ انفینٹ ہوم کا افتتاح کیا۔ حاملہ خواتین کی صحت اور ان کی زندگیوں کو تحفظ دینے کے لئے بیگم صاحبہ نے پوری ریاست کی دایوں کو تربیت دلانے کے لئے لیڈی لینڈ ون ہاسپٹل میں اپنی حاضری کو لازم قرار دیا تاکہ لیڈی ڈاکٹرز کی نگرانی وہ اس فن میں مہارت حاصل کر سکیں۔ نیز ان دایوں کا خاص تلقین کی گئی کہ وہ اپنی بچیوں کو بھی تربیت کی خاطر ساتھ لائیں تاکہ یہ وراثتی پیشہ عملی تربیت کے ساتھ جاری رہے۔ اس عملی تربیت کے بعد خواتین کو سند دی جاتی تھی اور بیگم صاحبہ کی خاص نصیحت تھی کہ صرف وہی خواتین دایہ گیری کر سکتی ہیں جن کے پاس عملی تربیت کی سند موجود ہو۔ ایسی خواتین کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں پانچ روپے ماہانہ الاؤنس بھی دیا جاتا تھا۔ انہوں نے اس شعبے کو مزید فعال اور منظم کرنے کے لئے نگراں خاتون ڈاکٹروں کو بھی تعینات کیا۔ شعبہ حفظان صحت عامہ کی مزید بہتری اور چیچک کی بیماری پر کنٹرول کر کے اسے معتدل بنانے کے لئے ریاست گیر مہم چلائی گئی۔ اس مہم کے تحت کسی ایک بچے کو حفاظتی ٹیکہ لگوانے پر بیگم صاحبہ نے پچیس پیسے انعام مقرر کر رکھا تھا۔ اس طرح ڈسپنسریوں کو تحصیلوں میں قائم کیا گیا تاکہ روزمرہ کی دوائیں بآسانی فراہم کی جا سکیں۔ صفائی ستھرائی کی غرض سے آفیسر کا بھی تقرر کیا گیا اور مشرقی وجنوبی اضلاع میں دو نئے ہسپتال بھی بنائے گئے۔[23]

بیگم صاحبہ کی تصنیف ''حیات شاہجہانی'' کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ریاست بھوپال کی فرماں روائے ہونے کے ناطے 1901ء سے 1926ء کے دوران نواب سلطان جہاں بیگم نے تعلیم اور صحت کے علاوہ شعبہ ہائے زندگی کے جملہ تمام شعبوں میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے قدیم دور کے فرسودہ قوانین کی جگہ نئے اور مستحکم قوانین مرتب کئے۔ شعبہ عدلیہ میں ہائی کورٹ اور ضلعی سطحوں پر عدالتی نظام کو استحکام بخشا۔ اسی طرح شعبہ پولیس اور جیل وغیرہ کے لئے قواعد وضع کئے، صنعتوں کو بھی فروغ دینے کے لئے ریاست میں قانون سازی کی اور خام مال سے فایدہ اٹھانے کے لئے فیکٹریاں بھی قائم کیں۔

[22] Mittal Kamla on reference Gauri Srivastav, P74

[23] جدید ہندوستان میں مسلمان خواتین کی سماجی و تعلیمی خدمات، القواریر، وولیم 2، اکتوبر تا دسمبر 2020، ص 17
Social and Educational Services of Muslim Women in Modern India, Al-Quwarir, Vol:2, Oct-Dec 2020 , Pg 17

حاصل بحث یہ کہ نواب سلطان جہاں بیگم نے اللہ کی عطاء کردہ صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے، اسلام کے عطاء کردہ حقوق سے استفادہ کیااور اسلامی شعار کو اپناتے ہوئے اپنی سیاسی وسماجی ذمہ داریوں کو اس عمدگی سے ادا کیا کہ اس میدان میں وہ محض اپنے زمانے میں ہی نہیں بلکہ بعد کے بڑے ادوار میں بھی بڑے مدبر مردوں پر سبقت لے گئیں۔اگران کی زندگی کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو ان کے سوانح حیات میں اسلامی حقوق واختیارات کا خوبصورت سنگم موجود ہے۔

محترمہ نواب سکندر بیگم

تاریخ برصغیر کی صالحات امت کا مطالعہ کیا جائے تو جن خواتین اسلام نے اپنی سیاسی عہد میں عہد برطانیہ کی مراعات سے استفادہ کرتے ہوئے مسلم تہذیب و ثقافت کو تحفظ دیاان میں ایک قابل ذکر نام نواب سکندر بیگم بنت نواب نذر محمد خان کا ہے۔سرزمین بھوپال کے نواب خاندان سے تعلق رکھنے کے باوجود عیش و عشرت ان کا شیوہ نہ تھا بلکہ ان کی تعلیم وتربیت پیدائش سے ہی اسلامی ماحول میں ہوئی تھی۔ان کی دیگر مہارتوں کی بات کی جائے تو حساب وریاضی، گھڑ سواری، نشانہ بازی اور خطاطی کی ماہرہ تھیں۔مختلف زبانیں جانتی تھیں، فارسی زبان کے علاوہ اپنی خطابت میں آیات قرآنی کا بکثرت ذکر کرتی تھیں۔[24]

محترمہ نواب سکندر بیگم نے اپنے دور حکومت میں دورس فوجی وانتظامی اصلاحات کیں۔دفاتر کا نظام مرتب کیااور ریاست کو تین حصوں میں منقسم کر کے ہر حصہ کا ایک ناظم مقرر کردیا۔انہوں نے ریاست کے سر چڑھا قریب تینتیس لاکھ اکسٹھ ہزار آٹھ سو اکتالیس روپے کا قرض بھی اتار دیا۔

عوام کی خیر خواہی کے لئے وہ اکثر ریاست کا دورہ کرتی رہتی اور اپنی رعایا کی شکایات سن کر انہیں دور کرتیں۔محترمہ نواب سکندر بیگم نیک اور دیندار خاتون تھیں۔رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی دلچسپی لیتیں۔جب ان کے علم میں یہ بات بھی لائی گئی کہ ملک غیاث الدین کی تعمیر کردہ جامع مسجد سہور کھنڈر کی شکل اختیار کر گئی ہے تو انہوں نے مسجد کو از سر نو تعمیر کروایا جس کے بعد مسجد کی اصل شان و شوکت بحال ہو گئی۔

محترمہ نواب سکندر بیگم نے موتی مسجد کے نام سے بھی ایک جامع مسجد تعمیر کروانا شروع کی مگر ابھی تعمیر مکمل نہ ہوئی تھی کہ ان کا وقت آخر آپہنچا اور وہ دار فانی سے دار بقا کو سدھار گئیں۔اپنے عہد میں صوبہ بھوپال کی ریاست میں نواب سکندر بیگم نے بے شمار اصلاحات کیں۔جن میں محکمہ قضا، شہری آبادکاری، تعلیم، صحت عامہ، پولیس کا شعبہ قابل ذکر ہے۔

ذیل میں ان کی خدمات کی ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔

تعلیمی خدمات

اپنے عہد میں نواب سکندر بیگم اپنے سماج کے لوگوں کی معیاری تعلیمی ترقی کی خواہاں تھیں۔اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے اپنی پوتی سلیمان جہاں بیگم کے نام پر "مدرسہ سلیمانیہ" کی بنیاد رکھی۔اس مدرسے میں دے جانی والی تعلیم کے نصاب میں مختلف زبانیں جیسے فارسی، اردو، عربی اور انگریزی کو خاص اہمیت دی گئی۔انہوں نے نہ صرف مشرقی زبانوں کو اہمیت دی بلکہ اردو زبان کو ریاست کی سرکاری زبان بھی قرار دیا۔

ان کا خیال تھا کہ اشراف کے درمیان کام کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انگریزی زبان کی اعلیٰ لیاقت اور سوج بوجھ پیدا کی جائے، کیونکہ دیگر کئی فوائد کے ساتھ حساب جیسی صلاحیت بھی اسی زبان کے زیر سایہ پروان چڑھتی ہے۔نیز انگریزی زبان پر مضبوط گرفت طلبہ وطالبات کے ورثاء کی عزت وتوقیر کا ذریعہ ہو سکتی ہے۔مدرسہ سیلمانیہ میں علمی پیاس بجھانے کے لئے ایک عظیم لائبریری کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔جس میں وقت کی ضرورت کے پیش نظر مختلف کتب کا ذخیرہ اکٹھا کیا گیا۔یہ مدرسہ ہائی سکول کی منزلیں عبور کرتا 1892ء میں کلکتہ یونیورسٹی سے ملحق کر دیا گیا، نواب سکندر بیگم نے ہر پرگنہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے الگ الگ سکول قائم کئے۔وقت کے باصلاحیت اساتذہ کو ان اسکولوں میں تعینات کیا گیا۔ ایک اور سکول کا قیام "وکٹوریہ سکول" کے نام سے عمل میں لایا گیا۔[25] جس کی نگرانی خاتون زیب النساء کو سونپی گئی۔ان اسکولوں میں تعلیم کے علاوہ مختلف فنون جیسے سونا چاندی کی سوزن کاری، سونے

[24] Gouri Srivastav, The Legend Maker, Some Eminent Muslim Women of India, P: 43-44

[25] جدید ہندوستان میں مسلمان خواتین کی سماجی و تعلیمی خدمات، القواریر، وولیم 2، اکتوبر تا دسمبر 2020، ص4

Social and Educational Services of Muslim Women in Modern India, Al-Quwarir, Vol:2, Oct-Dec 2020, Pg 4

چاندی کے جھالر،اور متعدد قسم کی ہندوستانی سوئی دھاگے کے کام لڑکیوں کو سکھائے جاتے تھے،تاکہ طالبات وقت کے تقاضوں سے واقف ہونے کے ساتھ اپنے معاشی مسائل کا حل اپنی مہارتوں کے ذریعے انجام دینے کی اہل ہوں۔نواب سکندر بیگم ہفتے میں ایک لازمی تفشیشی غرض سے اسکول کا دورہ کیا کرتی تھیں۔آہستہ آہستہ انہوں نے مزید اسکولوں کی بنیاد رکھی اور پورے صوبے میں اسکولوں کا جال پھیلا گیا۔ایک تحقیق کے مطابق انہوں نے اپنے عہد میں دس لاکھ روپے تعلیمی منصوبے پر خرچ کئے تاکہ لائبریری، عمارتوں اور کتب کا ذخیرہ مہیا کیا جاسکے۔1872ء کی ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق محض بھوپال میں نواب سکندر بیگم کے عہد میں قریب بارہ تا پندرہ فی صد آبادی زیور تعلیم سے آراستہ ہو چکی تھی۔ان کے عہد ریاست میں قریب اڑتالیس سکول بھوپال میں معیاری تعلیم فراہم کر رہے تھے۔[26] نواب سکندر بیگم کو عوام کی تعلیم کے ساتھ ان کی اچھی صحت کی بھی فکر تھی۔جیسا کہ اسلام نے بھی انسانوں کی صحت اور تعلیم دونوں پر خصوصی توجہ دی ہے۔اس اصول کے پیش نظر مسلمان خلفاء وسلاطین کی اتباع میں بھوپال کی سربراہ اعلیٰ نے بھی اپنی رعایا کی دستگیری کی۔ انہوں نے 1861ء میں ریاست بھوپال میں ایلوپیتھی کا پہلا ہسپتال قائم کیا۔نواب سکندر بیگم کی رفاہی میں ان کی پوتی نواب سلطان جہاں بیگم لکھتی ہیں کہ "تاریخ بھوپال میں نواب سکندر بیگم کو وہی مقام حاصل ہے جو تاریخ ہندوستان میں اکبر اعظم کو حاصل ہے۔"[27]

خلاصہ بحث یہ کہ نواب سکندر بیگم ایک دیندار خاتون تھیں۔وہ سرسید احمد خان کی طرح حکومت برطانیہ کی بھی وفادار تھیں۔انہوں نے حکومتی اثاثوں کو تحفظ دیا، ذرائع کو عوام کی فلاح، رفاہی اور تعلیم و تربیت کے ترقیاتی منصوبوں میں لگایا۔نیز یہ کہ انہوں نے دیوان شیریں، تزک سکندری، آئین سکندر، سفر نامہ حجاز جیسی اعلیٰ پائے کی تحریریں تصنیف کی جن میں بیشتر خود ان کے قائم کردہ پریس "مطبع سکندری" سے شائع ہوئیں۔[28] ان کی علماء نوازی اور علمی دوستی کی وجہ سے بیرون ممالک کے علاوہ اندرون ملک میں کانپور، لکھنو، دہلی کے مشاہیر بھوپال آئے، اور ان کے تعاون سے فارسی، اردو، عربی اور انگریزی زبان میں دینی و تمدنی کتب تصنیف کروائی گئیں۔ان کی یہ علماء نوازی، علمی دوستی اور عوامی فلاح و بہبود کے لئے دی گئی بے شمار خدمات دین اسلام کا وہی منظر پیش کرتی ہیں جو عہد عباسی کے مسلم خلفاء اور حکمرانوں کا تھا۔اسی پس منظر کو ثابت کرنے کے لئے علامہ شبلی نعمانی نے المامون والغزالی تصنیف کی، جس کا ذکر انہوں نے نہایت شوق جذبے سے اپنے مقالے "مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم" میں بھی کیا ہے۔[29]

خلاصہ

اسلام دین فطرت ہے۔مردوں کے ساتھ یہ عورتوں کو بھی علم سیکھنے اور سکھانے کا حکم دیتا ہے۔عہد نبوت سے پہلے کا زمانہ ہو یا بعد کا کوئی دور ایسا نہیں جس میں عورت نے اپنی صلاحیتوں سے دنیا کو مستفید نہ کیا ہو۔تذکرہ خاص اگر دین اسلام کا کیا جائے تو آغاز اسلام ہی سے وہ ایک عورت ہی تھی جس نے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام پر نہ صرف لبیک کہا تھا بلکہ یہ تسلی بھی تھی کہ ان کا رب انہیں رسوا نہ کرے گا۔پھر اسی دین اسلام کی خاطر اپنی جان گنوا دینے والی بھی خاتون ہی تھی جس کے لہو نے اسلام کی شمعیں روشن کیں۔

اس ضمن میں دنیا بھر کی خواتین کی طرح برصغیر کی عورتوں نے جس طرح علوم اسلامیہ کی اشاعت و ترویج میں اپنا کردار ادا کیا اس کا مختصر جائزہ تو ہم لے ہی چکے ہیں۔گزارش محض اتنی تھی کہ مسلمان ہونے کے ناطے ہم سب پر یہ ذمہ داری ہے کہ اسلام کی اشاعت و سربلندی میں اپنا کردار ادا کریں۔اسلام کے مطابق اپنی زندگی بسر کریں، کیونکہ قیامت کے دن ہر ایک سے اس کے عمل کے متعلق پوچھا جائے گا۔یہ سوال ہوگا کہ جو صلاحیتیں اللہ نے عطاء کی تھیں، اسے کہاں صرف کیا، محض اس سوچ میں کہ عورت کو آزادی دی جائے؟ حقیقی آزادی تو عورت کو تب ہی مل گئی تھی جب دین اسلام وجود میں آیا تھا۔

[26] Gouri Srivastav, P 45-46
[27] Nawab Sultan Jahan Begum, An Account of my Life, Gohar-e-Iqbal, Vol:01
[28] جدید ہندوستان میں مسلمان خواتین کی سماجی و تعلیمی خدمات، القواریر، وولیم 2، اکتوبر تا دسمبر 2020، ص 5
Social and Educational Services of Muslim Women in Modern India, Al-Quwarir, Vol:2, Oct-Dec 2020, Pg 5
[29] Gouri Srivastav, P 48-49

نتائج بحث

اس تحقیقی مقالہ کے ذریعے درج ذیل پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

☆ملک وملت اور دین شریعت کی حفاظت کی فکر تمام خواتین اسلام کو رہی ہے۔اس سلسلے میں خواتین برصغیر پاک وہند کی خدمات ناقابل فراموش ہیں جنہوں نے اسلامی اصولوں پر سمجھوتا کئے بغیر لازوال قربانیاں دیں۔ برصغیر کی ان صالحات امت کی خدمات کے مختلف پہلو آج بھی ایمان میں تازگی اور جوش پیدا کرتا ہے کہ کس طرح اسلام کی بیٹیوں نے ہر شعبہ زندگی میں کلمہ حق کو بلند کیا۔

☆برصغیر کی صالحات امت جس بھی میدان میں اپنی خدمات دینے اتریں، خواہ وہ سماجی ہو یا سیاسی، علمی ہو یا عملی انہوں نے سب سے پہلے اپنے عمل سے اسلام کی اشاعت کی، اور ہر میدان میں اسلام کے مقرر کردہ حقوق کا لحاظ رکھا۔

☆تجرد کی زندگی کسی نے اختیار نہ کی، بلکہ زیادہ تر نے پردے کا ساری زندگی اہتمام کیا۔ بعض نے چہرے کا پردہ نہ کیا مگر شرم وحیا کے تمام تقاضے پورے کئے۔ جیسا کہ نشاط النساء بیگم کی بابت سید سلیمان ندوی ذکر کرتے ہیں کہ حسرت کے مقدمے کی پیروی کے وقت وہ چہرہ کھول کر مگر نہایت سادہ اور پردہ پوش لباس میں آتیں اور کسی کی پرواہ نہ کرتیں۔

☆پردے کے سلسلے میں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ سلطان جہاں بیگم نے "عفت المسلمات" کے نام سے کتاب تحریر کی۔ جس میں انہوں نے پردے کے مسائل کے متعلق اسلامی حمیت کو موضوع بحث بنایا۔ خود بھی انہوں نے اندرونی وبیرونی ممالک کے اجتماعات اور دوروں کے دوران اسلامی حجاب کا اہتمام کیا۔ برصغیر کی ان صالحات امت نے اسلامی حقوق کی بحالی کے لئے غیر ضروری تجدد پسندی کے مقابلے میں قرآن وسنت سے مناسب رہنمائی حاصل کی۔ چنانچہ خدمت خلق، رفاہی امور، تعلیم وتربیت جیسے شعبوں کی فتوحات میں بھی ان کے اسلامی نقطہ نظر کا نتیجہ ہے۔

☆صالحات امت نے خواتین برصغیر کا بھی تزکیہ کیا، اور انہیں اسلام کی خاطر ایک ہو کر مردوں کے ساتھ تعاون کرنا سکھایا۔ غلامی میں دھنسی عوام کو آزادی ضمیر کے لئے جدوجہد کرنے پر آمادہ کیا۔ اور ثابت کر دکھایا کہ خواتین اپنی فطری حدود میں رہ کر بہت کچھ کر سکتی ہیں۔

☆تعلیم وتربیت اور صحت وتندرستی کے لئے کئی خواتین نے ریاستی سطح پر مہم چلائی۔ جس سے خواتین کے اندر خواندگی کی اہمیت اجاگر ہوئی۔ اس ضمن میں محترمہ سکندر بیگم کی علمی کاوشیں اور محترمہ بیگم سلطان جہاں کی خواتین کی صحت کے لئے دایہ کی تعلیم کا انتظام کرنا قابل ستائش ہے۔ یوں خواتین کی سیاسی اور تعلیمی خدمات کے عوام اور معاشرے پر واضح طور پر اثرانداز ہوئے۔

☆یہ تحقیق مردوں کو بھی غور وفکر کی دعوت دیتی ہے خاص کر ان مردوں کو جو بلاوجہ کی پابندیاں لگا کر گھر کی عورتوں کو اپنی صلاحیتوں سے فایدہ اٹھانے نہیں دیتے۔ مرد حضرات کو چاہیے کہ وہ خواتین کی خدمات کا اعتراف کریں، اور اسلام کی اشاعت وسربلندی کے لئے اپنے گھر کی عورت کی حوصلہ افزائی کریں، ان کی عقلی وتخلیقی صلاحیتوں کو زنگ نہ لگنے دیں بلکہ ان کو اپنے ساتھ لے کر چلیں۔

☆اس تحقیق کے زریعے موجودگی دور کی خواتین کو یہ پیغام بھی دیا گیا ہے کہ وہ برصغیر کی صالحات امت کو اپنے لئے مثالی نمونہ بناتے ہوئے اپنے اندر خوداعتمادی، تدبر و فراست اور ہمت و جرات جیسی صفات پیدا کرسکتی ہیں۔

☆صنف نازک میں اس تحقیق کے زریعے مقصد تخلیق کے حقیقی منصب کا احساس بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

سفارشات

☆خواتین برصغیر اسلام نے دین اسلام کی ترقی میں جن مشکلات کا سامنا کیا اس پر الگ سے مقالہ لکھا جائے۔

☆روائتی دینداری سے ربط و تعلق اور موجودہ تقاضوں کی بجاآوری میں اسلام کی متحرک، روشن اور عملی تعلیمات کا جائزہ لے کر بعض مخالفت پسندوں اور معترضین کی مخالفت اور الزامات کی تردید کی بھی ضرورت ہے۔

☆عصر حاضر کی خواتین جو مغربی آزادی کی علمبردار ہیں ان کو اسلام کے صحیح اصولوں سے روشناس کرنے کے لئے خواتین اسلام کو بطور عملی نمونہ پیش کیا جائے۔

☆دین اسلام کے صحیح علم کی اشاعت و ترویج اگر ہماری زندگی کا مقصد ہے تو اس کے حصول کے لئے ایسے ادارے قائم کئے جائیں جہاں طالبات کو اسلامی علوم سکھانے کے ساتھ انہیں آگے پہنچانے کی بھی تربیت دی جائے، تاکہ معاشرے کی اصلاح کے ساتھ اسلام کی شاخیں وسیع پیمانے پر پھیل سکیں۔

☆نیز صالحات امت نے قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے حوالے سے بھی اپنی خدمات سرانجام دیں، موجودہ دور کی خواتین بھی قرآنی عربی میں کمال حاصل کر کے اردو زبان ترجمہ کرسکتی ہیں، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ عصر حاضر کی خواتین کچھ جدوجہد خود بھی کریں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)